تاریخِ ابراہیمی کا ایک اہم خطی نسخہ

پروفیسر عبدالحق

2315، گراؤنڈ فلور، ہڈسن لین، کنگزوے کیمپ، دہلی۔110009، موبائل:09350461394

علی ابراہیم خاں علمی قد وقامت کے ساتھ منصب وملازمت میں بھی قابلِ رشک اور منفرد محصولات کے مالک ہیں۔ ادیبوں کی صف میں وہ شاید پہلے شخص ہیں جو انگریزی سرکار کے ایک معتبر منصب پر فائز رہے۔ ان کی علمی فتوحات کا دائرہ بھی وسیع تر ہے۔ تذکرہ نگار کے طور پر وہ معروف ہیں۔ 'گلزارِ ابراہیم' شعرائے اردو کا ایک اہم تذکرہ ہے۔ جو ۱۷۸۰ء میں مکمل ہوا۔ 'خلاصۃ الکلام' مثنوی نگاروں کا تذکرہ ہے۔ وہ ایک تاریخ نگار ہیں۔ ساتھ ہی وقائع نگار کے طور پر بھی ان کی تحریریں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ انھیں شاعری سے بھی شغف تھا۔ مزید براں قانون سے بھی دلچسپی تھی۔ انھیں بلدیۂ بنارس کا سٹی مجسٹریٹ مقرر کیا گیا۔ اس اسٹیٹ کی گورنری کے لیے بھی کچھ کاغذات پائے جاتے ہیں۔ ۱۹۸۱ء میں ان کا یہیں انتقال ہوا اور خواہش کے مطابق شیخ علی حزیں کی قبر کی بغل میں مدفون ہوئے۔ عظیم آباد کے قریب شیخ پورہ اُن کی جائے پیدائش ہے۔

پیشِ نگاہ مخطوط 'وقائع جنگ مرہٹہ' ہے۔ جو ۱۲۰۱ھ مطابق ۱۷۸۲ء میں لکھا گیا۔ یہ ایک اہم تاریخی دستاویز ہے۔ جس کا ذکر تاریخی کتابوں کے حوالے میں ہوتا ہے۔ اس کی اہمیت کے پیشِ نظر تاریخ ہند کی مشہور ضخیم کتاب "The History of India As Told by its own Historean" میں Elliot نے کچھ تخفیف کے ساتھ اس کا انگریزی ترجمہ آٹھویں جلد میں شامل کیا ہے یہ پوری کتاب کا ترجمہ نہیں ہے۔ غیر ضروری حصّوں کو حذف کر دیا ہے۔ کیوں کہ وہ انشا پردازی یا غیر ضروری بیانات پر مشتمل ہیں جو مغربی تاریخ نگاری کے آداب سے میل نہیں کھاتے۔ میجر فلر نے سر ایلیٹ کے لیے انگریزی میں ترجمہ کیا تھا۔ جنگ پانی پت میں شریک کسی نے پورے واقعہ کو قلم بند کیا تھا۔ اس مسودہ کی بنیاد پر علی ابراہیم خاں نے اسے فارسی زبان میں قلمبند کیا۔ ایلیٹ نے ترقیمے کی عبارت سے اخذ کیا ہے کہ شروع سے آخر تک ملا بخش نے ۱۲۰۱ھ (۱۷۸۶ء) میں بنارس میں تاریخ ابراہیم خاں کی کتابت کی ہے۔ یہ مخطوطہ "۴ x "۶ سائز کا ہے۔ نو سطریں اور ۲۱۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے مختلف نام درج کیے گئے ہیں۔ ایک نام ''احوالِ جنگ مرہٹہ'' بھی لکھا گیا ہے۔ لارڈ کارنواس کی ایما پر اس کا ایک خلاصہ تیار کیا گیا۔ جس کا نام وقائع جنگ احمد شاہ ابدالی باوسوا ہیں راؤ پسر بالا جی راؤ وپیشوا راؤ عرف بھاؤ ہے۔ یہ اختصار ۱۱۸۴ھ میں مکمل ہوا۔ مہدی طباطبائی نے ۱۷۹۴ء میں اسے اردو میں منتقل کیا۔ 'تاریخ مرہٹہ اور شاہ ابدالی' کے نام سے ۱۷۹۴ء میں مطبع احمدی لکھنؤ سے شائع بھی ہوا۔ اسے اردو کی مطبوعہ کتابوں میں قدیم تر بھی کہا جاتا ہے۔[۱] ڈاکٹر گینڈا سنگھ نے اپنی کتاب Ahmad Shah Durraui میں تاریخ جانکو بھاؤ لکھا ہے۔[۲] ڈاکٹر شائستہ خاں نے علی ابراہیم خاں پر تحقیقی کام انجام دیا ہے۔ A Biblography of Ali Ibrahim Khan ان کی مشہور تصنیف ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے تاریخ مرہٹہ نام بتایا ہے۔[۳] خدا بخش لائبریری میں موجودہ قلمی نسخہ کی نشاندہی بھی کی ہے۔ وقائع جنگ مرہٹہ اور احوال جنگ مرہٹہ بھی دیکھنے میں آیا ہے اس اختلاف سے قطع نظر موجود مخطوطہ کا سرورق نہیں ہے۔ جلد ساز یا مخطوطہ کے مالک نے ابتدائی صفحہ پر بھونڈے انداز میں واقعات کے مالک ابدالی لکھا ہے۔

زیرِ مطالعہ متن ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ عام کتابی سائز ہے۔ ہر صفحہ پر گیارہ سطریں ہیں۔ سطروں کے درمیان مناسب فاصلہ ہے۔ خط بہت صاف اور پختہ ہے۔ خطِ نستعلیق میں پورا مخطوطہ نقل کیا گیا ہے۔ مختلف عنوان کے تحت سرخ روشنائی کا استعمال ہے جیسے 'ذکر اصل ونسل مرہٹہ ذکرِ شیوا جی'، ذکر ساہو راجہ'، 'ذکر بالا جی'، 'ذکرِ شاہ ابدالی' آغاز محاربہ فوج مرہٹہ با شاہ درانی، وغیرہ۔ کہیں کہیں بعض الفاظ کو سرخ روشنائی سے نشان زد کیا گیا ہے۔ آخری سرخی 'شاہ عالم پادشاہ دام ملکہٗ' ہے ہر صفحہ کرم خوردہ ہے، مگر عبارت کی قرأت میں دقت نہیں ہوتی۔ کیوں کہ خطِ نستعلیق کو

۱۔ اردو کی اولین مطبوعہ کتاب، ڈاکٹر معین الدین عقیل، کتاب نما، دہلی، مارچ ۱۹۹۰ء

۲۔ Ahmad Shah Durraui, P-427

۳۔ A Biblography of Ali Ibrahim Khan, Patna, P-186

اہتمام سے بروئے کار لایا گیا ہے۔ تاریخی کتابوں میں عام طور پر اشعار بھی نقل کرنے کی روایت ملتی ہے۔ یہاں بھی جگہ جگہ اشعار قلم بند کیے گئے ہیں۔ جیسے صفحہ ۴۹، ۵۰ پر تین اشعار ہیں:

سوئے مرگ است خلق را آہنگ
دم زدن گام و روز و شب فرسنگ

انگریز بادشاہ کے لیے مخطوطہ کے آخر میں دو دعائیہ اشعار بھی درج ہیں:

شہنشاہِ ما آیۂ رحمت است
کہ نازل زحق بہر ایں امت است
بقا باد شہ را بہ شیروی بخت
بد و باد سرسبزئ تاج و تخت

یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ یہ اشعار کس کے ہیں؟ ان اشعار کے معاًبعد ترقیمہ کی عبارت شروع ہوجاتی ہے۔

''الحمدللہ وشکراللہ کہ ایں فہرست مجموعہ خرم و ہوشیاری و..... پنداری بسال ہزارو دو صد و یک ہجری درصورت ارتسام پذیرفت اُمید کہ پسند طبع پسندیدگان ومقبول خاطر پیرو جوان گردد۔ بشب نہم رجب المرجب ۱۲۳۸ھ نبوی یاز دہم ماہ اپریل ۱۸۲۳ء عیسوی در بلدۂ بنارس صورت اتمام یافت۔''

یہاں دو ترمیموں کی عبارت موجود ہے۔ پہلا ۱۲۰۱ھ میں لکھا گیا۔ موجود نسخہ اس کی نقل ہے۔ جو ۱۲۳۸ھ میں بنارس میں تیار کیا گیا۔ نقل نویس کا نام نہیں ہے۔ اصل تاریخ ۱۲۰۱ھ میں رقم کی گئی۔ بعد ازاں کسی خطاط نے اس کی نقل و کتابت کی۔ یہاں کاتب کا نام نہیں ہے اور نہ ہی پہلے کاتب ملا بخش کا نام درج کیا گیا۔ کاغذ بادامی رنگ کا ہے۔ سیاہ روشنائی کو بڑے سلیقہ سے استعمال کیا گیا ہے۔ طرز تحریر میں قدامت موجود ہے۔ ک گ کا فرق معدوم ہے۔ کہیں کہیں نقطے بھی ندارد ہیں۔ یائے معروف ومجہول میں امتیاز نہیں ہے۔ ابتدائی تحریر حمد وصلوٰۃ کے بعد چارلس ارل کارنوالس کی تعریف سے شروع ہوتی ہے۔

''معلّی الالقاب مشیر خاص حضور سلطان انگلستان زیدہ نوسیان بہادر عظیم الشان گورنر جنرل چارلس ارل کارن والس دام اقبال بقلم شکستہ رقم اصعف العباد علی ابراہیم خاں صورت ارتسام می باید۔''

مخطوطہ تاریخی موضوع سے متعلق ہے اور ایک اہم واقعہ کا مختصر تذکرہ ہے۔ اردو کے ایک ادیب کی تحریر ہے اس لیے بھی اس کی اہمیت ہے۔ ان کا تذکرہ فارسی میں لکھا گیا۔ علامہ شبلی نے اہمیت کے پیشِ نظر اس کا ترجمہ کیا اور مولوی عبدالحق نے اُسے شائع کیا۔ ہماری علمی ثقافت میں تاریخ نگاری ایک مستقل شعبۂ علم رہا ہے۔ جو گراں قدر چشم دید واقعات سے گراں بار ہے۔ ساتھ ہی ان کتابوں میں شعروادب کی جھلکیاں جا بجا ملتی ہیں۔ جن سے تاریخ نویسی کو نقصان پہنچا ہے، مگر ادب وانشا کے اسالیب نے انھیں دلآویزی بھی بخشی ہے۔ کئی تصانیف ادبی محاسن کی وجہ سے معروف بھی ہیں۔ علی ابراہیم خاں نے اس تالیف میں جگہ جگہ انشا پردازی کی ہے۔ ابتدائی عبارت میں موجود یہ اہتمام ملاحظہ ہو۔

''می باید برضمائر ہوش مندان خرد پرودانش آگاہاں دیدہ ور کہ آئینہ صورت نمای بدرئع آثار وکلید درکشای پناہ خانۂ اسرار است۔''

مخطوط کے آخری اوراق میں شاہ عالم پادشاہ دام ملکہٗ کا ذکر ہے۔ تعریف وتحسین کے بعد مزید دس اشعار میں مدح سرائی کی گئی ہے۔ جو تاریخ نگاری کے منافی اور غیر ضروری ہے۔ پہلا شعر ہے۔ جہاں گیر خاقان گیتی پناہ کہ بودش پدر بر پدر پادشاہ اسی لیے ایلیٹ نے غیر ضروری حصّوں کو حذف کر کے صرف تاریخی واقعات کا ترجمہ ہی اپنی مشہور تالیف ''تاریخ ہند بہ زباں تاریخ گویان ہند'' میں شامل کیا ہے۔ یہ ایک اہم تاریخی تصنیف کا خطی نسخہ ہے اور کسی قدر اہمیت بھی رکھتا ہے۔ اس نسخے کے تعارف کے لیے یہ سطور قلم بند کیے گئے ہیں۔ راقم کسی مناسب ذخیرے میں اسے محفوظ کیے جانے کے لیے بھی کوشاں ہے۔ ہماری علمی ثقافت کے یہ بیش بہا نوادرات ہیں جو اسلاف کی خوش گوار یادوں کے شہ پارے ہیں۔

○○

اردو صحافت کا ارتقا

اردو صحافت نے ارتقاء کا عمل کن مراحل سے گزر کر پورا کیا ہے اور اس کے صحافیوں نے اپنی جفاکشی، محنت اور جدوجہد سے تاریخ کے صفحات پر جو نقوش ثبت کیے ہیں یہ کتاب دراصل اسی کا ایک مبسوط خاکہ ہے جس میں دو صدیوں پر محیط اردو صحافت کے تاریخی، فنّی اور تکنیکی ارتقاء کی تاریخ کو سمیٹا گیا ہے۔ کتاب میں اردو صحافت کو درپیش مسائل پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔

مصنف: معصوم مرادآبادی صفحات: ۲۲۴، قیمت: ۱۵۰/روپے

ناشر: اردو اکادمی، دہلی